7

لاہور میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق انکشاف اور جماعت احمدیہ لاہور کی ذمہ داریوں میں اضافہ

(فرمودہ 18 فروری 1944ء بمقام لاہور)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

" اللہ تعالیٰ جب کسی جگہ پر لعنت ڈالتا ہے تو وہ لعنت اُس وقت ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ چلتی چلی جاتی ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کی کوئی اَور رحمت اُس لعنت کو دھو نہیں دیتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی جگہ پر کوئی رحمت نازل کرتا ہے تو وہ رحمت چلتی چلی جاتی ہے ختم نہیں ہوتی جب تک کہ انسان اپنے اعمال سے اُس رحمت کے استحقاق کو کھو نہیں بیٹھتے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی دوبارہ اس جگہ پر نازل نہیں ہو جاتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دفعہ ایک غزوہ پر جا رہے تھے کہ حِجر شہر آپ کے راستہ میں آیا اور اس جگہ پر تھوڑی دیر کے لیے آپ نے پڑاؤ کیا تو پڑاؤ کی صورت دیکھ کر صحابہؓ نے اپنے اپنے آٹے نکالے اور گوندھ کر روٹی پکانے کی فکر میں ہوئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو آٹا گوندھتے اور روٹی پکانے کی فکر کرتے دیکھا تو آپؐ گھبرا گئے اور آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جلدی اپنی سواریوں پر چڑھ جاؤ اور اپنے آٹے پھینک دو کیونکہ اِس جگہ خدا کا غضب نازل ہوا تھا۔ وہ لوگ جن پر غضب نازل ہوا تھا مر گئے۔ جس شہر پر غضب نازل ہوا تھا اُجڑ گیا۔ سالوں کے بعد سال اور صدیوں کے بعد صدیاں گزرتی چلی گئیں مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اب بھی اُس مقام پر عذاب نازل ہوتا نظر آرہا تھا۔ آپ نے نہ صرف صحابہؓ کو وہاں سے جلدی نکل جانے کا ارشاد کیا بلکہ ساتھ ہی مسلمانوں کی دولت کا ایک حصہ یعنی وہ آٹا جو انہوں نے روٹی پکانے کے لیے گوندھا تھا اُسے بھی آپ نے پھینکنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اِس جگہ کے پانی سے گوندھا ہوا آٹا کھانا بھی تمہارے لیے جائز نہیں ہے۔ 1

حضرت خلیفہ اول کے متعلق مجھے یاد ہے وہ عبدالحکیم مرتد پٹیالوی سے جب وہ احمدی تھا بہت محبت کیا کرتے تھے اور وہ بھی آپ سے بہت تعلق رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کی تو اُس وقت بھی اُس نے یہی لکھا کہ آپ کی جماعت میں سوائے مولوی نورالدین صاحب کے اور کوئی نہیں جو صحابہ کا نمونہ ہو۔ یہ شخص بے شک ایسا ہے جو جماعت کے لیے قابلِ فخر ہے۔ عبدالحکیم پٹیالوی نے ایک تفسیر بھی لکھی تھی اور اُس میں بہت کچھ حضرت خلیفہ اول سے پوچھ کر لکھا تھا۔ جب عبدالحکیم نے اپنے ارتداد کا اعلان کیا تو مَیں نے دیکھا، آپ نے گھبرا کر اپنے شاگردوں کا بلایا اور اُن سے فرمایا جاؤ اور جلدی میرے کتب خانہ میں سے عبدالحکیم کی تفسیر نکال دو۔ ایسا نہ ہو کہ اُس کی وجہ سے مجھ پر خدا کی ناراضگی نازل ہو۔ حالانکہ وہ قرآن کریم کی تفسیر تھی اور اُس کی بہت سی آیات کی تفسیر اُس نے خود آپ سے پوچھ کر لکھی تھی۔ مگر اِس وجہ سے کہ اُس پر خدا کا غضب نازل ہوا، اُس کی لکھی ہوئی تفسیر کو بھی آپ نے اپنے کتب خانہ سے نکلوا دیا اور اپنے ذوق کے مطابق سمجھا کہ یہ کتاب دوسری کتب کے ساتھ مل کر ان کو پلید کر دے گی۔ یہی حال خدا کی رحمتوں کا ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں خدا نے ایک برکت نازل کی۔ برکتوں والے چل بسے اور دو ہزار سال کا شرک کا لمبا زمانہ مکہ پر آیا مگر اب بھی هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔ 2 کے الفاظ اُس کے متعلق قرآن کریم میں نازل ہو رہے تھے۔ اب بھی اُس کی عزت کی جاتی تھی، اب بھی اُس کی حرمت

ایسی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِس مکہ کو خدا نے صرف آج کے دن صرف دو گھڑیوں کے لیے صرف میری خاطر حلال کیا ہے ورنہ اِس شہر پر حملہ کرنا اور یہاں کی کسی چیز کو نقصان پہنچانا کسی شخص کے لیے جائز نہیں ہے۔ دو ہزار سال کے لمبے عرصۂ شرک کے بعد بھی مکہ مکرمہ کی تقدیس میں فرق نہیں آیا۔ دو ہزار سال کے لمبے عرصۂ شرک کے بعد بھی مکہ مکرمہ کی عزت اور اُس کے احترام میں فرق نہیں آیا۔ کیونکہ خدا نے اس کو اپنے عذاب کا شہر قرار نہیں دیا تھا۔ مدینہ منورہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رہائش پذیر ہوئے اور وہ قیامت تک منورہ ہی کہلائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے آخری نبی اور اس کے محبوب ترین وجود نے اس جگہ پر بسیرا کیا۔ گو بعد میں وہاں خرابیاں بھی ہوئیں، وہاں کے لوگ بگڑے بھی، دین کی طرف سے انہوں نے بے رغبتی کا بھی اظہار کیا مگر اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو ہمیشہ کے لیے بابرکت کر دیا۔

تو جب کسی جگہ پر خدا کی طرف سے کوئی رحمت نازل ہوتی ہے تو اُس شہر والوں کی ذمہ داریاں اور اُس شہر والوں کی برکات بھی بڑھ جایا کرتی ہیں۔ سوائے اِس کے کہ قرآن کریم کے اس حکم کے ماتحت کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ 3 جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر کوئی فضل نازل کرتا ہے تو جب تک وہ اپنے دلوں کو بگاڑ نہیں لیتے، خدا بھی اپنے سلوک میں بگاڑ پیدا نہیں کرتا۔ وہ اپنے اعمال میں بگاڑ پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مورد بن جاتے ہیں۔

مَیں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی حکمت کے ماتحت مجھ پر جو لاہور میں موجودہ انکشاف کیا ہے اُس سے لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں اور ساتھ ہی ان کی امداد کے وعدے کا بھی اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کی سنت کے خلاف ہے کہ وہ ایک چیز کو اپنے کلام اور اپنی رحمت کے لیے مخصوص کرے اور پھر اُسے یونہی بھول جائے۔ لوگ بھول جاتے ہیں لیکن خدا نہیں بھولتا جب تک بندے اُس کو نہیں بھول جاتے۔ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جیسے مکہ مکرمہ ہے یا جیسے مدینہ منورہ ہے یا جیسے قادیان ہے کہ یہاں کے رہنے والے اگر خدا کو بُھول جائیں تب بھی یہ شہر مغضوب نہیں بن سکتے۔ وہ ان لوگوں کو تو سزا دے دے گا

مگر شہروں کی برکتیں واپس نہیں لے گا۔ لیکن بعض شہر ایسے ہوتے ہیں جن کو عارضی برکتیں مل جاتی ہیں۔ وہ اگر ان کو دائمی بنانا چاہیں تو دائمی بن جاتی ہیں اور اگر ان کو چھوڑ دیں تو وہ چُھوٹ جاتی ہیں۔

مَیں دیکھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام بھی یہاں لاہور میں ہی ہوا کہ

سپردم بتو مایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را 4

یہ الہام درحقیقت آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری فرمائے کہ

سپردم بتو مایۂ خویش را

اے خدا! میرے لیے اِس دنیا میں تیری مرضی کے مطابق جس قدر رہنا مقدر تھا وہ مَیں رہ چکا۔ میری عمر کا جو سرمایہ تھا وہ اب مَیں تیرے سپرد کر رہا ہوں۔

تو دانی حساب کم و بیش را

تُو چاہے تو میرے اِس سرمایہ کو تباہ کر دے اور چاہے تو قائم رکھ۔ سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور اپنے کرم سے یہی فیصلہ کیا کہ وہ اِس سرمایہ کو قائم رکھے۔ دشمن نے چاہا کہ وہ اِس کے اندر بگاڑ پیدا کر دے مگر وہ ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں مَیں اُس وقت پاس ہی تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ بعض احمدی کہلانے والے بھی اُس وقت گھبرا گئے۔ لاہور کا ہی ایک شخص تھا جو اب فوت ہو چکا ہے بلکہ بعد میں وہ مرتد بھی ہو گیا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں وہ مخلص احمدی تھا مَیں نے دیکھا کہ وہ گھبرایا ہوا کبھی کمرہ کے اندر جاتا تھا اور کبھی باہر نکلتا تھا اور کہتا تھا اب کیا ہو گا؟ اب کیا ہو گا؟ میری عمر اُس وقت انیس سال کی تھی اور میری تعلیم کچھ بھی نہ تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو میری بیوی اُس سے کچھ دن پہلے مجھ سے اجازت لے کر اپنے والدین سے ملنے کے لیے میکے

گئی ہوئی تھیں۔ والدین کا لفظ صحیح نہیں صرف اُن کی والدہ وہاں تھیں اور وہ اُن سے ملنے کے لیے گئی تھیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شدّتِ بیماری میں ہمارے نزدیک وقفہ پیدا ہوا اور در حقیقت یہ وہ حالت ہوتی ہے جب مرنے والے کی طبیعت موت کا مقابلہ کر کے تھک جاتی ہے اور بظاہر اطمینان کی حالت نظر آنے لگتی ہے اُس وقت میں وہاں سے چل پڑا تا کہ ان کو لے آؤں۔ جس وقت مَیں چلا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چارپائی اُس کمرہ میں جدھر سے اندر داخل ہوتے ہیں دیوار کے قریب تھی۔ مَیں نے زور دے کر اور بمشکل، کیونکہ عورتیں ایسے مواقع کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتیں اُن کو واپس بلایا۔ بلکہ مجھے اُس وقت ایک حد تک ایسی سختی بھی کرنی پڑی جو میری عام طبیعت کے خلاف تھی۔ میرے سسرال والوں نے کہا کہ ہم ابھی ان کو نہیں بھیج سکتے کچھ دنوں کے بعد بھیج دیں گے۔ مَیں نے اُس وقت، یہاں تک لفظ کہہ دیئے کہ اگر یہ اِس وقت میرے ساتھ نہیں جائیں گی تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت نازک ہے مَیں انہیں وہاں سے طلاق بھیج دوں گا۔ خیر وہ میرے ساتھ چل پڑیں۔ جب مَیں واپس پہنچا تو اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری سانس تھے۔ میرے دل میں سخت اضطراب یہ تھا کہ مَیں سمجھتا تھا میری بیوی کے لیے یہ بڑی نحوست کی بات ہوگی اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری گھڑیوں میں وہ یہاں نہیں ہوگی اور میرے دل میں یہ ڈر تھا کہ مَیں جو اِتنی قربانی کر کے چلا ہوں ایسا نہ ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیچھے ہی فوت ہو جائیں۔ جب مَیں پہنچا ہوں اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چارپائی بدل کر دیوار کا جو مقابل کا حصہ تھا وہاں رکھ دی گئی تھی۔ مَیں نہیں جانتا کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ بہرحال وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری لمحے تھے اور آپ کے اِرد گِرد مرد ہی مرد تھے۔ مستورات وہاں سے ہٹ گئی تھیں۔ چارپائی کے تینوں طرف مرد کھڑے تھے۔ مَیں وہاں جگہ بنا کر آپ کے سرہانے کی طرف چلا گیا یا شاید وہاں نسبتاً کم آدمی ہوں۔ مَیں وہاں کھڑا ہوا اور مَیں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی آنکھ کھولتے، اِدھر اُدھر پھیرتے اور پھر بند کر لیتے۔ پھر کھولتے، اُن کی پتلیاں اِدھر اُدھر مُڑتیں اور

پھر تھک کر آپ اپنی آنکھوں کو بند کر لیتے۔ کئی دفعہ آپ نے اِسی طرح کیا۔ آخر آپ نے زور لگا کر، کیونکہ آخری وقت طاقت نہیں رہتی اپنی آنکھ کو کھولا اور نگاہ کو چکر دیتے ہوئے سرہانے کی طرف دیکھا۔ نظر گھومتے گھومتے جب آپ کی نظر میرے چہرہ پر پڑی تو مجھے اُس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے آپ میری ہی تلاش میں تھے اور مجھے دیکھ کر آپ کو اطمینان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ آخری سانس لیا اور وفات پا گئے۔ اُس وقت مَیں نے سمجھا کہ آپ کی نظر مجھ کو ہی تلاش کر رہی تھی اور مَیں نے اپنے ذہن میں سمجھا کہ مَیں جو دعائیں کر رہا تھا اُس کا یہ نتیجہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرما دی کہ مَیں آخری وقت میں آپ کی آنکھوں کو دیکھ سکوں۔

آپ کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہو گا۔ انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اَب فوت ہو گیا اب سلسلہ کا کیا بنے گا۔ جب مَیں نے اس شخص کو گھبرائے ہوئے اِدھر اُدھر پھرتے دیکھا۔ اِسی طرح بعض اَور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور مَیں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہو گا؟ تو مجھے یاد ہے گو مَیں اُس وقت انیس سال کا تھا مگر مَیں نے اُسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے مَیں اُس کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلاؤں گا۔

انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں سُستی کی بھی، چُستی کی بھی، علم کی بھی، جہالت کی بھی، اطاعت کی بھی، غفلت کی بھی۔ مگر آج تک مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چُستی کی گھڑی تھی، ایسی علم کی گھڑی تھی، ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرہ اِس عہد میں شریک تھا اور اُس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اِس عہد اور اِس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دنیا میری باتوں کو سنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی۔ بلکہ شاید کیا یقیناً وہ اسے جنون اور

پاگل پن سمجھتی۔ مگر مَیں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا تھا کہ مَیں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں انہی کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔ مَیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مجھے اُس نے ہمیشہ ہی اِس عہد کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور جب بھی کوئی ایسا رخنہ جماعت میں پیدا ہونے لگا جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی تعلیم میں کوئی نقص واقع ہوتا تھا تو خدا نے میرے ہاتھ سے اُس رخنہ کو بند کرا دیا۔

دشمن ہمیشہ مجھ پر الزام لگاتا ہے کہ مَیں نے ایک ایک کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو نَعُوْذُ بِاللّٰہ بگاڑ دیا ہے اور مَیں اپنے دل میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا نے ایک ایک کر کے مجھے سچائیوں کے قائم کرنے کا موقع دیا ہے۔ ایک منٹ کے لیے بھی مَیں شبہ نہیں کر سکتا کہ مجھ سے ان معاملات میں غلطیاں ہوئی ہیں۔ بلکہ خواہ مجھے ایک کروڑ زندگیاں دی جائیں اور ایک کروڑ دفعہ مر کر مَیں پھر اِس دنیا میں واپس آؤں تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ مَیں پھر بھی اِسی طرح ان صداقتوں کی تائید کروں گا جس طرح گزشتہ زندگی میں کرتا رہا ہوں۔ میرے لیے سب سے بڑا فخر یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تعلیمیں جنہیں بعض لوگ مٹانے کی فکر میں تھے، جنہیں بعض لوگ دبانے کی فکر میں تھے اللہ تعالیٰ نے اُن کو میرے ذریعہ زندہ کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحیح مقام میرے منہ سے ظاہر فرمایا۔ چیز موجود تھی مگر دنیا اس چیز کو مٹانے لگی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے اور بار بار کا الہام ہے کہ خدا کا ایک نور آیا لوگوں نے اس کو مٹانا چاہا۔ مگر اللہ نے اُن کی اِس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ ضرور اِس نور کو پورا کر کے چھوڑے گا۔ وَيَأْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَكَ۔[5] اس الہام میں اِسی امر کی طرف اشارہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور آپ کے درجہ پر لوگوں نے حملہ کرنا تھا۔ کچھ لوگوں نے اندرونی طور پر اور کچھ لوگوں نے بیرونی طور پر۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کے لیے آسمان سے نہیں اُترتا۔ وہ اپنے کسی بندے کے ہاتھ کو ہی اپنا ہاتھ

قرار دیتا اور اپنے کسی بندے کی زبان کو ہی اپنی زبان قرار دیتا ہے۔ تب اس کا ہاتھ جو کچھ کرتا ہے وہ در حقیقت خدا ہی کرتا ہے اور اس کی زبان جو کچھ کہتی ہے وہ در حقیقت خدا ہی کہہ رہا ہوتا ہے۔ پس مجھے خوشی ہے کہ اس ہاتھ کے بلند کرنے کے لیے خدا نے اپنے فضل سے مجھے چُن لیا اور جو کچھ وہ عرش سے کہہ رہا تھا اُسے اُس نے میرے ذریعہ سے دنیا میں پھیلایا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو ایسے طور پر قائم کر دیا کہ اُن مسائل کے متعلق دشمن اب کسی طرح حملہ نہیں کر سکتا۔ تیس سال ہو گئے جب سے یہ جنگ شروع ہے بلکہ تیس سال تو میری خلافت کے ہی ہیں اگر حضرت خلیفہ اول کے زمانہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو پینتیس چھتیس سال گزر چکے ہیں اِس عرصہ دراز میں کس طرح مُڑ مُڑ کر دشمن نے حملہ کیا۔ مگر پھر کس طرح خدا نے اُس کو ناکام و نامراد کیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ قائم ہی رہا۔ پھر ایک اَور فضل یہ ہوا کہ ایسے نازک موقع پر جب ایک فریق تنقیص اور درجہ کی کمی کی طرف اپنا قدم اٹھا رہا ہو دوسرے فریق کے متعلق یہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ مقابلہ میں کہیں مبالغہ اور غلو سے کام لینے نہ لگ جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اِس نقص سے بھی ہمیشہ مجھے محفوظ رکھا۔ حالانکہ جو کام ہمارے سپرد تھا ہو سکتا تھا کہ ہم اس کے کرتے وقت ایسا درجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دے دیتے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہتک کا موجب ہوتا یا خدا کے لیے ہتک کا موجب ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ میرے قدم کو استوار رکھا اور کبھی کسی کو جرأت نہیں ہو سکی کہ میرے ساتھ ہوتے ہوئے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ میں کمی کرے یا اللہ تعالیٰ کے درجہ میں کمی کرے۔

قادیان میں ہی ایک دفعہ کسی نے کہا کہ اب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی شان میں آگے سے بڑھ کر آئے ہیں۔ مجھے جب اس بات کا علم ہوا تو مَیں نے فوراً نوٹس لیا اور اِس فقرہ کے کہنے والے کو تنبیہہ کی کہ ہر چیز کو اُس کی اپنی جگہ پر قائم رکھنا ہی دین ہے۔ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا ارتکاب کرتا ہے اور اسے قطعاً برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح ایک اَور شخص نے ایک دفعہ غلو سے کام لیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کو اس نے شرعی نبوت کا نام دینا شروع کر دیا۔ مَیں نے اس شخص کے خلاف فوراً اعلان کیا اور اس سے قطع تعلق کا حکم دے دیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ شاید احمدی اس کی اس بات سے خوش ہوں گے مگر مَیں نے اپنی جماعت کو اُس سے تعلق رکھنے سے منع کر دیا۔ ہاں! پیغامیوں نے اسے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ غرض کسی کو موقع نہیں ملا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بالمقابل کھڑا کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق غیرت میرے دل میں اپنے رسولوں سے بھی زیادہ رکھی ہے اور یہی اصل ایمان ہوتا ہے۔ ہم کتنا ہی رسولوں سے عشق رکھتے ہوں خدا کا مقام خدا کا ہی ہے۔ پس جہاں خدا نے مجھے توفیق دی کہ مَیں اپنے عمل اور اپنی زبان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجہ کو قائم کروں، وہاں اس نے مجھے اس امر کی بھی توفیق عطا فرمائی کہ رات اور دن، سوتے اور جاگتے ایک منٹ اور ایک ساعت کے لیے بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابل کا وجود خیال نہیں کیا۔ بلکہ ہر حالت میں مَیں نے یہی سمجھا کہ مَیں آپ کو وہی جگہ دوں جو ایک استاد کے مقابلہ میں شاگرد کو اور ایک آقا کے مقابلہ میں غلام کو حاصل ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس شدید محبت کے جو مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے۔ چنانچہ جو لوگ میرے خطبات اور تقریریں سنتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مجھ پر کبھی کوئی ایسا وقت نہیں آیا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ مَیں نے بیان کیا ہو اور رقّت سے میرا گلا نہ پکڑا گیا ہو۔ دنیا میں محبتیں ہوتی ہیں کسی وقت کم اور کسی وقت زیادہ۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مجھے ایسی شدید محبت ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں ایک مثال بھی ایسی یاد نہیں کہ مَیں نے آپ کا ذکر کیا ہو اور مجھ پر رِقّت طاری نہ ہو گئی ہو اور میرا قلب محبت کی گہرائیوں میں نہ ڈوب گیا ہو۔ لیکن باوجود اس کے مَیں نے ایک لمحہ کے لیے بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود کو خدا کے مقابلہ میں نہیں رکھا بلکہ ہمیشہ اُس کے چاکروں اور غلاموں کی حیثیت میں ہی آپ کو دیکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت میرے دل پر اِس طرح ڈال دی ہے کہ وہ ہمیشہ میرے سامنے اُسی طرح آیا ہے جس طرح قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ [6] میں اُس کی شان کو بیان کیا گیا ہے۔ مَیں نے اس کی

محبت اپنے قلب میں ایسے رنگ میں محسوس کی ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں شاید کیا یقیناً۔ دنیا کے جو پاگل عاشق ہوتے ہیں وہ بھی اپنے معشوق کا اپنے جسم میں ایسا اثر محسوس نہیں کرتے جیسے اللہ تعالیٰ کے ذکر پر میرے جسم کا ذرہ ذرہ اُس کا اثر محسوس کرتا ہے۔

مجھے یاد ہے مَیں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ جیسے پہاڑوں میں ٹنلز(TUNNELS) ہوتی ہیں۔ اِسی طرح ایک پہاڑی راستہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی عاشق روحیں جا رہی ہیں۔ مَیں بھی اُن میں شامل ہوں۔ بہت سے لوگ میرے آگے ہیں اور بہت سے میرے پیچھے ہیں۔ مگر وہ سب کے سب ایسے ہی ہیں جیسے دیوانہ وار مجذوب ہوتے ہیں۔ نہ انہیں سر کی فکر ہے نہ پَیر کی، نہ لباس کی فکر ہے نہ کسی اَور چیز کی۔ ہم سب بڑھتے چلے جارہے ہیں کہ مجھے محسوس ہوا ہمارے آگے اللہ تعالیٰ کے فرشتے کچھ شعر پڑھ رہے ہیں۔ اُن کی آواز میں گونج ہے اور وہ بڑی محبت اور جوش کے ساتھ ان شعروں کو پڑھتے جارہے ہیں۔ ہم اُن کی طرف بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ ہم اس مقام کے قریب پہنچ گئے جہاں سے فرشتوں کے گانے کی آواز آ رہی تھی اور جو گویا ٹنل 7 (TUNNEL) کا آخری سِرا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو مجھے وہاں اللہ تعالیٰ کا نور نظر آیا۔ نہایت تیز روشنی جیسا نور جو تمام اُفق پر چھایا ہوا تھا۔ اور مَیں نے دیکھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اِرد گرد کھڑے اُس سے محبت اور عشق کا اظہار کر رہے ہیں۔ مَیں بھی جس طرح دیوانہ انسان اپنا سر مارتا ہے سر مارتے ہوئے وہاں کھڑا ہو گیا اور مَیں نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی ہے کہ:۔

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

یہی شعر میں پڑھتا رہا۔ پڑھتے پڑھتے جب میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا میں اپنی چارپائی پر لیٹا ہوا یہی شعر پڑھ رہا تھا کہ:۔

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز
جس سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تو اللہ تعالیٰ کی محبت سب سے مقدم ہے۔ ہر شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کو بھول جاتا ہے وہ مومن نہیں کافر ہے۔ ہر شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں ایسا دیوانہ ہو جاتا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو بھول جاتا ہے وہ مومن نہیں کافر ہے۔ ہر شخص جو کسی درجہ پر قائم ہے جو شخص اُسے چھوڑتا ہے سوائے اِس کے کہ وہ کوئی ایسی غلطی کر بیٹھے جو اجتہاد سے تعلق رکھتی ہو وہ نادان ہے۔ بلکہ بعض حالتوں میں وہ ایمان سے باہر اور کافر ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے جو محبت ہے وہ ایسی نہیں کہ ہم لفظوں اور عبارتوں کے پیچھے مرتے ہیں۔ دنیا میں کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی ساری عمر اِس حسرت وافسوس میں ہی گزر جاتی ہے کہ کاش! ہمارا محبوب ہم پر محبت کی ایک نگاہ ہی ڈالتا۔ پھر کیسا نادان ہے وہ انسان جو کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک ملاقات سے کیا بنتا ہے۔ جس شخص کے دل میں ایسی ناشکری پائی جاتی ہے اور جو سمجھتا ہے کہ مجھ کو جب تک ساری دنیا کی نعمتیں نہ ملیں مَیں اُس کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ اُسے ساری دنیا سے بڑھ کر کام بھی تو کرنا چاہیے۔ یہ ایسی ہی بات ہے جیسے غیر احمدی کہا کرتے ہیں ہم نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا تو پھر مسیح موعود کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا ہے یہ بھی تو ایک خیال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر انہوں سچے دل سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قبول کیا ہوتا تو وہ یہ بھی تو دیکھتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے ساتھ مسیح موعود کی صورت میں آیا۔ مگر جب انہوں نے مسیح موعود کو نہ مانا تو معلوم ہو گیا کہ ان کا یہ کہنا بالکل غلط تھا کہ انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان لیا ہے یا انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اور آپ کے جمال کو دیکھا ہے۔ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم آقا تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے غلام۔ لیکن سچی محبت رکھنے والا تو اپنے آقا اور محبوب کی قلیل سے قلیل چیز ملنے پر بھی اپنے جذبات میں تلاطم محسوس کرتا ہے اور وہ بجائے اس کو رد کرنے کے محبت کے ہاتھوں سے اُس کو لیتا اور اپنے سینہ کے ساتھ اس کو لگاتا ہے۔ ہم جانتے ہیں ہمارے ساتھ ہی جو لوگ محبت رکھتے ہیں ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات وہ میرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں

ایک کاغذ پر اپنے دستخط ہی کر دیں یا خط لکھتے ہیں تو بڑی منّت اور عاجزی سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے اس خط کا جو جواب ہو اُس پر آپ اپنے دستخط ضرور کریں۔ کیونکہ ہم اس کو محبت کی یادگار کے طور پر اپنے پاس محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اب کسی کے خط پر دستخط کرنے سے اُس کو ہماری محبت سے کتنا قلیل حصہ ملتا ہے مگر وہ اُسی کو غنیمت سمجھتا ہے اور اس کے متعلق ناشکری کے کلمات اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ اسی طرح ہر شخص کو آخر اس کی قربانی کے مقابلہ میں ہی درجہ ملے گا۔ دنیا میں کون ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام جیسی محبت کی ہو۔ امتِ محمدیہ میں کروڑوں کروڑ لوگ ہوئے ہیں مگر سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اَور کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جس نے آپ سے ایسی محبت کی ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نقش اس کے دل پر پیدا ہو گیا ہو۔ پس جب سوائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اب تک امتِ محمدیہ میں اَور کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق میں انتہائی مقام تک پہنچ گیا ہو تو یہ لازمی بات ہے کہ اب دوسرا شخص آپ کے توسط سے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ سکتا ہے۔ اپنے طور پر اگر وہ اس محبت کو حاصل کرنا چاہے تو بے شک زور لگا کر دیکھ لے اور اگر اُس میں اتنا زور صَرف کرنے کی ہمت نہیں تو اس کے لیے نجات کا اب یہی ایک راہ ہے کہ خدا نے اس کے لیے آگے بڑھنے کا جو ذریعہ بنایا ہے اُس کو اختیار کرے اور اسی کے توسط سے مقاماتِ قرب کو طے کرے۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا نزول ہمیشہ قربانیوں کا تقاضا کیا کرتا ہے۔ مَیں یہاں کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس جگہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر انکشاف کا ہونا لاہور کی جماعت کی ذمہ داریوں کو بہت بڑھا دیتا ہے۔ یہیں سے پیغامی فتنہ نے سر اٹھایا اور یہیں ان کا مرکز ہے۔ یہیں سے احراری فتنہ اٹھا اور یہیں ان کا مرکز ہے۔ اور بھی جس قدر فتنے اٹھے ان میں زیادہ تر لاہور کا ہی حصہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی زیادہ تر چیلنج لاہور سے ہی ملا کرتے تھے اور یا پھر امرتسر سے۔ امرتسر سے کم اور لاہور سے زیادہ۔ پھر اِس وقت پنجاب کا سیاسی مرکز بھی لاہور

ہی ہے۔ پس بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں جو یہاں کی جماعت پر عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے ہی تمہیں اُن برکات سے حصہ مل سکتا ہے جو خاص مقامات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب خدا کسی مقام کو اپنی برکتوں کے لیے مخصوص قرار دے دیتا ہے تو وہاں کے رہنے والوں کو اپنے انعامات سے بھی زیادہ حصہ دیا کرتا ہے۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اُن مقامات کے رہنے والوں کو قربانیاں بھی دوسروں سے زیادہ کرنی پڑتی ہیں۔ جو قربانیاں مکہ اور مدینہ والوں کو کرنی پڑیں وہ کسی اَور جگہ کے رہنے والوں کو نہیں کرنی پڑیں۔ مگر جو انعامات مہاجرین اور انصار کو ملے وہ بھی کسی اَور کو نہیں ملے۔ یہ خیال کرنا کہ مکہ اور مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے یونہی انعام دے دیا ہو گا ایک پاگل پن کی بات ہے۔ انہوں نے اِس قدر قربانیاں کیں کہ بِلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو فنا کر دیا، انہوں نے خدا کے لیے اپنے آپ کو خاک میں ملا دیا اور پھر اپنی خاک کو بھی اس کی رضا کے حصول کے لیے اُڑا دیا۔ تب انہیں انعامات حاصل ہوئے تب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہوئے۔

پس جماعت لاہور کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے، اپنے اندر تغیر پیدا کرے، اپنے اخلاص اور اپنی نیکی میں ترقی کرے اور خدا تعالیٰ کی محبت اپنے قلوب میں پیدا کرے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ کی محبت کے بغیر تمہیں کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمارے دلوں میں کوئی عظمت ہے تو اِسی وجہ سے کہ انہوں نے بندوں کا ہاتھ خدا کے ہاتھ میں دے دیا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمارے دلوں میں کوئی عظمت ہے تو اِسی وجہ سے کہ انہوں نے بندوں کا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن ہاتھوں کو خدا کے ہاتھ میں دے دیا۔ پس اصل چیز خدا ہی ہے۔ جو شخص اس سے دور ہے وہ نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پا سکتا ہے، نہ مسیح موعودؑ کو پا سکتا ہے اور نہ کسی اَور کو پا سکتا ہے۔ خدا کی شان خدا کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ جس شخص کے دل میں خدا کی محبت نہیں اس کے اسلام اور احمدیت کے سب دعوے باطل ہیں۔

پس اپنے دل خدا کی طرف متوجہ کرو اور ایسے اخلاص اور ایسی محبت سے اُس کی طرف جھکو کہ تمہیں اس کے ذکر میں لذّت آنے لگے۔ پھر اس ذکر پر مداومت اختیار کرو تا مداومت کی وجہ سے اس کی محبت تمہارے جسم کا جزو بن جائے۔ جب خدا کی محبت تمہارے دلوں میں حقیقی طور پر پیدا ہو جائے گی تو وہی وقت ہو گا جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور اس کی عظمت کو سمجھ سکو گے۔ حقیقت یہ ہے کہ گو انبیاء خدا تعالیٰ کی شان دنیا میں ظاہر کر کے دکھاتے ہیں مگر وہ ایک مبہم سا نظارہ ہوتا ہے۔ اصل حقیقت یہی ہے کہ خدا کے ذریعہ سے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جا سکتا ہے اور خدا کے ذریعہ سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا جا سکتا ہے۔ جس نے خدا کو نہیں دیکھا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا اور جس نے خدا کو نہیں دیکھا اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی نہیں دیکھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کا ایک ظلی نور ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا تعالیٰ کا ایک ظلی نور ہیں۔ پس جس کا خدا سے تعلق ہو جائے گا وہ اِن نوروں کا بھی مشاہدہ کر لے گا اور جس کا خدا سے تعلق نہیں ہو گا وہ ان نوروں کو بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع میں ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ[8] کہا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ سچی تعریف کرنا خدا کا ہی کام ہے۔ پس ہم کسی صاحبِ کمال کی حقیقت کو اُسی وقت پہچان سکتے ہیں جب ہم خدا تعالیٰ کو مل کر اُس کے درجہ سے واقف ہوتے ہیں۔

پس حقیقت یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص محمدؐ نہیں مان سکتا جب تک وہ خدا تعالیٰ کا عارف نہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی شخص مسیح موعودؑ نہیں مان سکتا جب تک وہ خدا کا عارف نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن نشانات کو جو انبیاء کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں اپنی جلوہ نمائی کا ایک ذریعہ بنا لیتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اُن کو ذریعہ کس نے بنایا؟ خدا نے۔ ورنہ اگر خدا ان کو ذریعہ نہ بناتا اور وہ اپنی طرف سے شور مچاتے رہتے تو دنیا کی نظر ان کی طرف کہاں اُٹھ سکتی تھی۔ خدا کا کلام ہی تھا جس سے وہ دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ اور اس لیے مرکز بنے کہ لوگوں نے کہا یہ

اللہ تعالیٰ کی باتیں ہمیں سناتے ہیں، یہ اُسی کی طرف ہمیں بلاتے ہیں۔ آؤ ہم ان کی باتوں کی طرف توجہ کریں کہ اس میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور فتنوں کے اس مرکز میں رہ کر ہر قسم کے فتنے مٹانے کی پوری کوشش کرو۔ صوبہ کا مرکز ہونے کے لحاظ سے اِس جگہ کی ترقی سارے پنجاب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں کے جو فتنے ہیں اُن کا مقابلہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ ان کا اثر بھی مقامی نہیں بلکہ بہت دور تک جاتا ہے۔

یاد رکھو! خدا تعالیٰ نے جو تمہارے ساتھ وعدے کیے ہیں اُن کے پورا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ لوگ قربانیاں کریں۔ آپ لوگوں کی قربانیاں ہی ہیں جو سلسلہ کو فائدہ پہنچائیں گی اور وہ قربانیاں ایسی ہی ہونی چاہییں جیسے اعلیٰ درجہ کے صحابہؓ نے کیں۔ وہ ایسے تھے کہ انہوں نے اپنے نفس کے تمام گوشوں سے دُنیا کی محبت نکال دی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسے مست ہو گئے تھے کہ دنیا انہیں بالکل حقیر اور ذلیل نظر آتی تھی۔ وہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کے کام کو مقدم رکھتے تھے اور اپنے کام مؤخر رکھتے تھے۔ مگر اب وہ زمانہ ہے کہ لوگ اپنے کاموں کو مقدم رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے جس قربانی کا مطالبہ ہو اُسے مؤخر کرتے ہیں۔ حالانکہ صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ جب بھی قربانی کا کوئی مطالبہ ہوتا پہلے وہ اُس قربانی میں حصہ لیتے تھے اور بچا ہوا حصہ آپ لیتے تھے۔

حدیثوں میں آتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ چند مہمان بعض صحابہؓ میں تقسیم کر دیئے کہ وہ اُن کو اپنے اپنے گھروں میں لے جائیں اور انہیں روٹی کھلائیں۔ ایک صحابی جب مہمان کو اپنے گھر میں لائے تو انہیں معلوم ہوا کہ اُن کے گھر میں ایک ہی آدمی کا کھانا ہے۔ انہوں نے بیوی سے مشورہ کیا کہ بچوں کو بھوکا سُلا دیا جائے۔ چنانچہ انہیں بہلا کر بھوکا سُلا دیا گیا۔ دوسری طرف بیوی نے یہ تدبیر کی کہ خاوند سے کہا جب مہمان تمہارے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو مجھے کہنا دیئے کی بتّی اونچی کر دو اور مَیں اسے اونچی کرنے کے بہانے سے گُل کر دوں گی۔ چنانچہ جب مہمان آیا تو میاں بیوی دونوں اس کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ اُس وقت تک پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور عرب کے

دستور کے مطابق گھر والوں کو بھی مہمان کے ساتھ مل کر کھانا پڑتا تھا۔ جب کھانا چُنا گیا تو مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ دیے کی روشنی بہت مدھم ہے بتی اُونچی کر دو۔ بیوی اٹھی اور اس نے اونچی کرنے کے بہانہ سے بتی کو انگلی سے اِس طرح دبایا کہ دیا گُل ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا۔ وہ صحابی کہنے لگا تم نے یہ کیا کر دیا؟ اب جاؤ کسی ہمسائے کے ہاں سے آگ مانگ کر لاؤ کہ لیمپ کو روشن کیا جاسکے۔ وہ کہنے لگی اب کہاں جاؤں، ہمسائے سو چکے ہوں گے اندھیرے میں ہی کھانا کھالیں۔ مہمان بھی کہنے لگا۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے مَیں اندھیرے میں ہی کھانا کھا لوں گا۔ چنانچہ وہ دونوں اس کے ساتھ بیٹھ گئے اور چونکہ کھانا صرف مہمان کے لیے تھا، انہوں نے بیٹھ کر خالی مچاکے مارنے شروع کر دیئے تاکہ مہمان کو یہی محسوس ہو کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ جب مہمان خوب سیر ہو کر کھا چکا تو انہوں نے برتن اٹھا لئے اور سو گئے۔ صبح نماز کے لیے جب وہ مسجد میں گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھانے کے بعد مسجد میں ہی بیٹھ گئے اور آپ نے اُس صحابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا رات تم نے اپنے مہمان کے ساتھ کیا کیا؟ وہ دل میں گھبرایا کہ نہ معلوم کیا غلطی ہو گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات مجھ سے دریافت کر لی۔ وہ کہنے لگا یا رسولَ اللہ! مَیں نے کیا کیا؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ رات جب تم مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے تو اُس کو کھانا کھلانے کے لیے تم نے بہانہ سے دیا بجھا دیا اور پھر میاں بیوی اس کے ساتھ بیٹھ کر خالی مچاکے مارتے رہے تاکہ اسے یہی محسوس ہو کہ گویا تم کھانا کھا رہے ہو۔ جب آپؐ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو ہنس پڑے اور پھر صحابہؓ سے فرمایا تم جانتے ہو مَیں کیوں ہنسا ہوں؟ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولَ اللہ! ہمیں تو معلوم نہیں۔ آپؐ نے فرمایا میرا خدا بھی یہ واقعہ دیکھ کر عرش پر ہنسا تھا اس لیے مَیں بھی ہنس پڑا۔9

تو دیکھو وہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو چیز آتی تھی اس کو بھی اپنے آپ پر مقدم رکھتے تھے مگر آجکل کا عجیب زمانہ ہے کہ لوگ اپنی بچی ہوئی چیز خدا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گویا نَعُوْذُ بِاللّٰہ وہ اُسے ایک بھنگی یا چمار کی حیثیت دیتے ہیں کہ اپنا بچا ہوا کھانا، اپنا بچا ہوا مال اور اپنی ضرورت سے بچی ہوئی اشیاء اُس کی راہ میں دیتے ہیں۔ یہ پسند نہیں کرتے کہ اپنی

ضروریات پر اس کو مقدم کر لیں۔ حالانکہ جب تک ہم اپنے نفس پر اس کو مقدم نہیں کر لیتے اُس وقت تک ہمارے لیے اس سے محبت کا ادنیٰ سے ادنیٰ دعویٰ کرنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ جب کوئی شخص یہ کہے کہ اسے خدا سے محبت ہے تو وہ اُسی وقت اپنا مکان چھوڑ دے، اپنی جائیدادوں کو ترک کر دے اور اپنے اموال سے دست بردار ہو جائے۔ مگر ارادہ تو یہی ہونا چاہیے کہ جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز بلند ہو گی ہم اس کا زبان سے نہیں عمل سے جواب دیں گے۔ دنیا کیا جانتی ہے کہ کس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز بلند ہونے والی ہے کہ آؤ اور خدا تعالیٰ کے لیے اپنی جانوں کو قربان کر دو، آؤ اور خدا تعالیٰ کے لیے اپنے اموال کو قربان کر دو۔ اگر جماعت کو یہ یقین ہے کہ میرے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے جو مصلح موعود کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، اگر جماعت کو یہ یقین ہے کہ اسلام کے احیاء کا وقت اب آ پہنچا تو پھر جماعت کو اس امر پر بھی یقین رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قریب یا بعید میں احیاءِ اسلام کے لیے آواز بلند ہونے والی ہے۔ اور وہی لوگ اس آواز پر لبیک کہہ سکیں گے، وہی مومن اس جہاد میں اپنی جانیں اور اپنے مال لے کر خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہو سکیں گے جو ابھی سے اس کی تیاری میں مشغول ہو جائیں گے۔ مگر وہ جنہوں نے تیاری نہیں کی ہو گی، وہ جنہوں نے اپنے اعمال کا کبھی جائزہ نہیں لیا ہو گا وہ اس قربانی سے محروم رہ جائیں گے۔ حضرت مسیح ناصری کی پیشگوئی بھی بتا رہی ہے کہ کچھ کنواریاں تو دولہا کے ساتھ چل پڑیں گی مگر کچھ کنواریاں پیچھے رہ جائیں گی۔**10** اس کے معنے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کچھ لوگ اپنے ایمان کے دعووں میں ثابت قدم نکلیں گے اور قربانیوں کے معیار پر پورے اتریں گے۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو وقت پر کمزوری دکھا جائیں گے۔

دیکھو! اخلاص ان کنواریوں میں بھی تھا جو دولہا کے استقبال کے لیے نکلیں۔ جو آدھی رات تک اس کا انتظار کرتی رہیں، جو اُس کے آنے کی خوشی مناتی رہیں۔ مگر چونکہ انہوں نے اپنی غفلت سے کافی تیل اپنے ساتھ نہ لیا اس لیے جب دولہا آیا تو وہ اس کے ساتھ چلنے سے محروم رہ گئیں۔ تیل نہ ہونے کے یہی معنے ہیں کہ وقت سے پہلے انہوں نے پوری تیاری نہیں کی ہو گی۔ دنیا میں بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ چونکہ وہ کہتے ہیں ہم نے اسلام کے لیے

اپنی جان اور اپنا مال قربان کر دیا اِس لیے وقت آنے پر ہم اپنی جان اور اپنے مال کو قربان کر دیں گے۔ حالانکہ جب تک پوری طرح تیاری نہ ہو محض زبانی دعوے انسان کے کسی کام نہیں آتے۔ اِسی لڑائی کو دیکھ لو انگریزوں نے چونکہ پہلے تیاری نہیں کی تھی اس لیے وہ جرمن کے مقابلہ میں شکست کھاتے چلے گئے اور دو سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ مگر اس دو سال کے عرصہ میں انہوں نے یہ نہیں کیا کہ رنگروٹوں کو ہی میدانِ جنگ میں لے جائیں۔ کیونکہ انہوں نے اِس حقیقت کو سمجھ لیا کہ لڑائی کے لیے تیاری کی ضرورت ہے۔ پس انہوں نے شکستیں تو کھائیں مگر اس عرصہ میں اپنی تیاری کو انہوں نے مکمل کر لیا اور وہ رنگروٹوں کو اُس وقت میدانِ جنگ میں لے گئے جب وہ پوری طرح سپاہی بن چکے تھے۔ پس یاد رکھو! تیاری کے بغیر کوئی لڑائی نہیں لڑی جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ابھی ہم سے اُن قربانیوں کا مطالبہ نہیں کیا گیا جن قربانیوں کا صحابہؓ سے مطالبہ کیا گیا تھا کیونکہ ابھی ہماری جماعت ان قربانیوں کے لیے پوری طرح تیار نہیں ہے۔ نادان انسان کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں وہ قربانیاں نہیں ہیں جو صحابہؓ کے زمانہ میں تھیں۔ وہ نادان یہ نہیں جانتا کہ ابھی اُن قربانیوں کا وقت ہی نہیں آیا ورنہ قربانیاں تمہیں وہی کرنی پڑیں گی جو صحابہؓ نے کیں۔ تم ابھی رنگروٹ ہو اور خدا تمہیں موقع دے رہا ہے کہ تم اِس عرصہ میں اپنی تیاری کو مکمل کر لو۔ پھر کیسا نادان اور احمق ہے وہ رنگروٹ جو کہتا ہے کہ مجھے ابھی سے میدانِ جنگ میں کیوں نہیں بھیج دیا جاتا۔ تم اپنی تیاری کو مکمل کر لو۔ پھر وہ وقت بھی آجائے گا جب تمہیں قربانیوں کے میدان میں جھونک دیا جائے گا۔ لیکن جلدی کرو اور سستی سے کام مت لو۔ آخر کب تک خدا تمہارا انتظار کرتا رہے گا کب تک خدا یہ دیکھتا رہے گا کہ ان رنگروٹوں کو سپاہی بن لینے دو۔ آخر خدا کا بِگل ایک دن آسمان سے بجے گا اور کہے گا کہ آؤ اپنی جانیں اور اپنے اموال میری راہ میں قربان کر دو۔ جس وقت خدا کی طرف سے یہ آواز بلند ہو گی وہ لوگ جنہوں نے ریکروٹنگ (RECRUITING) کے عرصہ میں اپنے آپ کو پوری طرح تیار کر لیا ہو گا آگے بڑھیں گے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں گے۔ مگر وہ جنہوں نے اس عرصہ میں اپنے آپ کو پوری طرح تیار نہیں کیا ہو گا اور جو اس بات پر خوش ہوں گے کہ وقت آنے پر ہم اپنے مال اور اپنی جانیں قربان

کر دیں گے وہ ناکام ونامراد اپنے گھروں کو لَوٹ جائیں گے اور خدا کا وہ نور جو پہلے اُن کو مل چکا تھا وہ بھی اُن سے چِھن جائے گا"۔ (الفضل 21 جون 1944ء)

---

1 :بخاری کتاب المغازی باب نزول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم الحجر وَ کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحجر و مسلم کتاب الزھد باب النَّھْیِ عَنِ الدُّخُوْلِ عَلٰی اَھْلِ الْحجر اِلَّا مَنْ یَدْ خُلُ بَا کِیًا

2 :التین:4

3 :الرعد:12

4 :تذکرہ صفحہ 791۔ایڈیشن چہارم

5 :تذکرہ صفحہ 466، 489 ایڈیشن چہارم میں الفاظ اِس طرح ہیں"وَاللّٰہُ یَأْبٰی اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ اَمْرَکَ"

6 :الاخلاص:2

7 :ٹنل:زمین دوز راستہ۔ریلوے یا سڑک کے لیے زمین دوز راستہ

8 :الفاتحۃ:2

9 :بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحشرباب قولہ "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِھِم"۔

10 :متی باب 25 آیات 10 تا 12